اسلامی قانونِ محنت واجرت

مولانا مجیب اللہ ندویؒ کی تصنیف کا تجزیاتی مطالعہ

—————— پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی

مولانا مجیب اللہ ندویؒ ملت اسلامیہ کی ان نادر شخصیات میں سے ہیں جن کی پوری زندگی دین، علم اور ملت کی خدمت میں گزری۔ ایسے بہت کم لوگ ہیں جو درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں انہماک اور مختلف النوع موضوعات پر قلم کے جوہر دکھانے کے ساتھ ملت کے مسائل میں نہ صرف دل چسپی رکھتے ہیں، بلکہ ان کے حل کے لیے عملی جد وجہد بھی کرتے ہیں۔ مولانا مرحوم انہی نادر شخصیات میں سے تھے۔ قرآن، حدیث، فقہ، سیرت، سوانح، تعلیم، عصری مسائل اور شعر وشاعری، کون سا ایسا موضوع ہے جس پر آپ کی علمی یادگار نہ ملتی ہو۔ لیکن ان تمام موضوعات میں آپ کی خصوصی دل چسپی فقہ سے رہی ہے اور آپ کی بیش تر وقیع تصانیف اسی موضوع سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس ضمن میں اہم بات یہ کہ فقہ کے موضوع پر مولانا مرحوم نے نہ صرف روایتی انداز میں کتابیں مرتب کیں، بلکہ جدید مسایل کے میدان میں بھی قدم اٹھایا اور قدیم مسایل کی تشریح وتوضیح کرتے ہوئے جدید دور میں ان کی نئی تعبیر پیش کی، یا جدید مسائل پر ان کے اطلاق کا طریقہ واضح کیا۔ زیر مطالعہ کتاب کا موضوع بالکل نیا ہے اور شاید ہی پہلے کبھی کسی نے اردو میں اتنی تفصیل سے اس پر فقہی نقطۂ نظر سے اظہار خیال کیا ہو۔ اس اعتبار سے یہ کتاب بڑی اہمیت وافادیت کی حامل ہے۔

مولانا مرحوم کی یہ کتاب پہلی بار مرکزِ تحقیق، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور سے 'اسلامی قانونِ محنت واجرت' کے نام سے ۱۹۸۳ء میں شایع ہوئی۔ اس کا ہندوستانی

ایڈیشن تاج کمپنی، دہلی سے ۱۹۹۰ء میں 'اسلامی قانونِ اجرت' کے عنوان سے منظر عام پر آیا۔ ہندوستانی نسخہ اصلاً پاکستانی نسخہ کی عکسی طباعت ہے، البتہ اس کے ابواب کی ترتیب میں کچھ تبدیلی کی گئی ہے اوراس کے مشتملات (بالخصوص باب اول) میں کچھ حذف و اضافہ کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیلاتِ اشاعت کے صفحہ پر ناشر کی جانب سے یہ درج کیا گیا ہے: ''جدید ایڈیشن بے شمار جدید مسائل کے اضافہ کے بعد''۔ کتاب کے مشتملات پر نظر ڈالنے سے یہ بیان صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اس کتاب کا پیش نظر مطالعہ پاکستانی ایڈیشن اوراس کے ابواب کی ترتیب پر مبنی ہے۔

مصنفِ گرامی نے سب سے پہلے زیر بحث موضوع کی اہمیت واضح کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ جدید دور کے معاشی مسائل میں محنت ومزدوری کا مسئلہ بڑی اہمیت رکھتا ہے، اس لیے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اس سے متعلق نئے مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی بابت اسلامی شریعت کا موقف واضح کیا جائے۔ قدیم فقہی کتب میں اس موضوع پر مواد غیر مرتّب صورت میں مختلف ابواب میں بکھرا ہوا ملتا ہے۔ اب یہ موجودہ دور کے علماء کی ذمہ داری ہے کہ انھیں متفرق مقامات سے جمع اور مرتب کر کے اس طور پر پیش کریں کہ اسلامی قانونِ اجرت ایک مربوط انداز میں دنیا کے سامنے آجائے اور لوگ یہ باور کرلیں کہ عصر حاضر میں محنت واجرت سے متعلق جو مسائل ہیں، اسلام کا قانونِ محنت واجرت ان کا بہترین حل پیش کرتا ہے۔ (ص ۸)

مولانا سید محمد متین ہاشمیؒ (ڈائرکٹر ریسرچ سیل، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور) 'تقدیم' میں اس کتاب کی قدر و قیمت پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ''آج دنیا کے غریب محنت کش عوام سرمایہ داری واشتراکیت کی چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پس رہے ہیں اور دنیا کے عظیم مفکر حیران و پریشان ہیں کہ اس مشکل کا کیا حل ہے؟ راہ سجھائی نہیں دیتی، پیچیدگی روز بروز بڑھتی چلی جارہی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ امتِ مرحومہ، جسے قرآن نے 'خیر امۃ' کا لقب دیا ہے اور دنیا کی قیادت وسعادت کی ذمہ داری سونپی ہے، آگے آئے اور غریب ومحنت کش طبقے کو رحمۃ للعالمین ﷺ کا عطا کردہ وہ عادلانہ معاشی نظام بخشے، جو ہر درد کی دوا

اور ہر عقدۂ لاینحل کے لیے ناخن تدبیر ہے۔

زیر نظر کتاب 'اسلامی قانونِ محنت واجرت' اسی جہت میں ایک کوشش ہے۔ محنت کی عظمت، محنت کش طبقہ کی بہبود، اس کے مسائل کا قرآن وسنت کی روشنی میں حل، اس سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ کی ہدایات، فقہائے امت کے استنباطات اور ان کو نافذ کرنے کے طریقوں پر اس کتاب میں بالتفصیل بحث کی گئی ہے اور جہاں تک مجھے علم ہے، اس سے پہلے اس موضوع پر دنیا کی معروف زبانوں میں کوئی کتاب شایع نہیں ہوئی ہے اور یہ پہلی کتاب ہے"۔ (ص ٦)

اس سے انکار نہیں کہ جدید مسائل پر بعض اردو کتب میں اس سے متعلق کچھ منتشر مواد اور فقہی مسائل پر سوال و جواب کے مجموعوں میں محض چند متعلقہ جزئیات پر فقہی آراء ملتی ہیں۔ اس ضمن میں ان کتابوں کا حوالہ دیا جا سکتا ہے: (۱) اسلامی معاشیات: مولانا مناظر احسن گیلانی (۲) اسلام کے معاشی نظریے: محمد یوسف الدین (۳) استفسارات: مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرتبہ: اختر حجازی (۴) جدید فقہی مسائل اور ان کا مجوزہ حل: بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی کے فقہی اجلاسوں کی قراردادیں اور سفارشات۔ ترتیب: ڈاکٹر عبد الستار غدّہ، اردو ترجمہ: ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی (۵) اسلام کا نظریۂ ملکیت: پروفیسر محمد نجات اللہ صدیقی۔ مذکورہ کتب میں دوسری کتاب جو دو جلدوں پر مشتمل ہے، زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں مسائلِ محنت و اجرت، آجر و مزدور کے ما بین تعلقات و معاملات اور خادموں و مزدوروں کے ساتھ برتاؤ پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے اور زیرِ مطالعہ کتاب میں بھی اس کے حوالے بہت ملتے ہیں۔ اس کے باوجود متعلقہ موضوع پر مواد کی کمی کا احساس باقی ہے۔ اس صورتِ حال میں اس کتاب کی قدر و قیمت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

'اسلامی قانونِ محنت واجرت' کی تصنیف کا پس منظر یہ ہے کہ دارالمصنفین سے وابستگی کے دوران مولانا مجیب اللہ ندویؒ نے اسلامی معاشیات کے بعض پہلوؤں پر کام شروع کیا تھا، اسی ضمن میں انہوں نے اسلامی قانون اجرت ومحنت اور اسلامی

قانونِ تجارت پر کچھ چیزیں تیار کیں اور ان کے منتخب حصے معارف اور دوسرے رسائل میں طبع ہوئے۔ یہ کتاب درحقیقت انہی مضامین کی مرتب شکل ہے، جن میں اضافے بھی کیے گئے، جیسا کہ مولانا نے دیباچہ میں صراحت کی ہے۔ (ص ۸۔۹)

پاکستان میں اس کتاب کی طباعت کے وقت (خاص طور سے موجودہ دور میں کارخانوں، صنعتوں کی صورت حال اور مزدوروں کے احوال و کوائف سے بحث کے ضمن میں) وہاں کے حالات کے اعتبار سے اس کے مشتملات میں کچھ تبدیلی بھی کی گئی، جیسا کہ مولانا متین ہاشمی نے 'تقدیم' میں واضح کیا ہے۔ اس کے علاوہ ابواب کی ترتیب میں بھی کچھ تبدیلی کی گئی۔ مصنف گرامی نے دیباچہ میں 'بے روزگاری کا مسئلہ اوراس کا اسلامی حل' کو آخری باب کے طور پر ذکر کیا ہے۔ (ص ۱۳) جب کہ مطبوعہ نسخہ میں یہ باب اول کی حیثیت سے شامل ہے۔ ۲۲۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب درج ذیل آٹھ (۸) ابواب میں منقسم ہے:

۱۔ بے روزگاروں اور مزدوروں کے سلسلے میں معاشرہ اور حکومت کی ذمہ داریاں۔

۲۔ اسلامی قانونِ اجرت

۳۔ اجرت کا مسئلہ۔ اسلامی نقطۂ نظر سے

۴۔ غلاموں اور مزدوروں پر اسلام کا احسان

۵۔ فسخ معاہدہ

۶۔ اسلامی معیارِ اجرت

۷۔ ہنگامی ضرورتوں میں مزدوروں کی کفالت

۸۔ اہل پیشہ اجیروں کے حقوق

واضح رہے کہ ہندوستانی نسخہ میں باب اول کو باب ہشتم کے طور پر دیا گیا ہے اوراس کی سرخی یہ قائم کی گئی ہے: 'کثرتِ آبادی اور بے روزگاری کا مسیلہ'۔

اس کتاب کی تالیف میں قرآن و حدیث، فقہی و تاریخی کتب کے علاوہ جدید

لٹریچر سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ باب اول کے مباحث اس لحاظ سے اہم ہیں کہ اس میں پہلے جدید دور میں مختلف ملکوں میں مزدوروں کی کیا صورت حال ہے؟ مالک و اجیر کے درمیان اختلافات کا اصل سبب کیا ہے؟ کارخانہ جات میں ان کے ساتھ کیسا رویہ اپنایا جاتا ہے؟ ان کے مسائل کے حل کے لیے حکومتیں کیا طریقِ کار اپناتی ہیں؟ بے روزگاری کے مسئلہ سے وہ کس طرح نپٹتی ہیں؟ ان سب امور کا جائزہ لیا گیا ہے، پھر اس سلسلے میں اسلام کے موقف، اسلامی شریعت کی حد بندیوں اور حکومت کی ذمہ داریوں پر قرآن، حدیث اور اسلامی تاریخ کے حوالے سے روشنی ڈالی گئی ہے۔اس ضمن میں مصنف موصوف نے خاص طور سے سرمایہ داری اور اشتراکیت کے نظام کا اس نقطۂ نظر سے تنقیدی جائزہ لیا ہے کہ ان کے تحت اجیروں یا مزدوروں اور محنت کش طبقہ کی کیا صورت حال رہی ہے؟ اور ان دونوں نظاموں میں کس حد تک اس طبقہ کے لوگوں کے حقوق کو تحفظ ملتا ہے؟ یا ان کے تحت مزدوروں کے مسائل کے حل میں کس قدر دلچسپی لی جاتی ہے؟ (ص ۱۳۔ ۱۴)

اس بحث کے آخر میں بہت تفصیل سے مزدوروں کے حقوق کے بارے میں اسلام کے نقطہ نظر پر روشنی ڈالی گئی ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ اسلام کیسے اپنے قوانین کے ذریعہ ان کے حقوق کو تحفظ فراہم کرتا ہے اور کس طور پر ان کے مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔اس ضمن میں اس نکتہ پر خاص زور دیا گیا ہے کہ سرمایہ دار اور مزدوروں میں جو تنازعات ابھرتے ہیں، ان میں سے بیش تر کا سرا اجرت سے ملتا ہے اور اس کی اصل وجہ دونوں کی اپنی اپنی سطح پر خود غرضی ہوتی ہے۔سرمایہ دار مزدور سے زیادہ محنت لینے اور کم اجرت دینے کی نفسیات رکھتا ہے، جب کہ مزدور کام کم یا بے توجہی سے کرنے اور اجرت زیادہ حاصل کرنے میں دلچسپی رکھتا ہے۔اس کا حل کام کی نوعیت، مدت و اجرت کا تعین اور مناسب و عادلانہ اجرت کی بروقت ادائیگی ہے اور اسلامی قانونِ محنت و اجرت میں ان سب سے متعلق بہترین اصول وضوابط ملتے ہیں۔(ص ۴۳۔ ۵۰)
مصنفِ گرامی نے بجا فرمایا ہے کہ اس سلسلہ میں سب سے ضروری چیز مزدوروں کے

بارے میں لوگوں اور خاص طور سے اہلِ حکومت اور سرمایہ داروں و کارخانہ جات کے مالکوں کے ذہن کی تبدیلی اور ان کے اندر ان کمزور طبقات سے ہمدردی وغم خواری کے جذبہ کی پرورش ہے۔ اسلام اپنے قوانین اور اخلاقی تعلیمات کے ذریعہ ان جذبات کی آبیاری کرتا ہے۔ باب کے آخری حصے میں اجیروں ومزدوروں کے حالات کی بہتری اور بےروزگاری کے خاتمے کے لیے حکومت کی ذمہ داریوں سے مفصل بحث کی گئی ہے۔

مصنف گرامی نے آخر میں قرآن وحدیث اور اسلامی تاریخ کے حوالے سے اس اہم مسئلہ پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ اسلامی شریعت کی رو سے اجیروں ومزدوروں کی حالت بہتر بنانے اور ان کے مسائل (بالخصوص بےروزگاری کے مسئلہ) کے حل کے لیے مسلم حکم رانوں پر کیا ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں اور اس سلسلے میں اسلامی تاریخ کے اولین ادوار کے حکم رانوں نے کیا مثال قایم کی ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے خاص طور سے اسلامی نظامِ حکومت کے اس اصول کی جانب متوجہ کیا ہے کہ حکم راں ریاست کے تمام عوام بالخصوص کمزور طبقات کا سرپرست ونگراں ہوتا ہے، اس لیے اس کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کے مسائل کے حل اور ان کی فلاح وبہبود کے کاموں میں سرگرمی دکھائے اور اجیر ومستاجر کے فرائض وحقوق سے متعلق قوانین کو سختی سے نافذ کرے۔ مزید براں وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ اجیر ومزدور کی مناسب اجرت مقرر ہو، ان کے کام کے اوقات متعین ہوں اور کام کے دوران اس کو کوئی حادثہ یا بیماری لاحق ہو جائے تو اس کے دوا علاج اور نقصان کی تلافی کی ذمہ داری مستاجر یا مالک و کارخانہ دار کی ہو۔ اس سلسلہ میں مولانا محترم نے ایک مفید تجویز یہ پیش کی ہے کہ مزدوروں کے معاملات کی نگرانی اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے باقاعدہ ایک 'مزدور نگراں' محکمہ قایم کیا جائے۔ اسی کے ساتھ انہوں نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ اسلامی حکومت میں بنیادی طور پر یہ کام 'محکمہ احتساب' انجام دیتا ہے، لیکن مزدوروں کے مسئلے کی اہمیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے لیے الگ سے ایک مستقل محکمہ قائم کیا جائے۔ (ص ۱۴۱-۵۲) ان سب کے علاوہ انھوں نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ اسلام

کے مالیاتی نظام کے تحت بیت المال اجیروں کی فلاح وبہبود کے کام انجام دیتا ہے، خاص طور سے انہیں مالی مدد فراہم کرنے یا قرض مہیا کرانے میں معاون بنتا ہے۔ موجودہ دور میں اس نظام کو زندہ کرنے یا بہتر بنانے کی سخت ضرورت ہے۔ بیت المال اپنے وسائل سے چھوٹی چھوٹی گھریلو صنعتیں قائم کر سکتا ہے، جو لوگوں کے لیے روزگار کی فراہمی کا ذریعہ بنیں گی۔ اسی طرح بیت المال سے بے روزگاروں، اپاہجوں اور معذور لوگوں کو وظایف بھی جاری کیے جا سکتے ہیں۔(ص ۵۵۔ ۷۲) اس بحث میں مولانا نے یہ رائے بھی ظاہر کی ہے کہ بیت المال کے زکوٰۃ فنڈ سے مزدوروں یا حاجت مندوں کو قرض دیا جا سکتا ہے، اس میں کوئی قانونی قباحت نہیں ہے۔اسی طرح ان کی رائے میں زکوٰۃ کی آمدنی سے غریبوں اور بے روزگاروں کے فائدے کے لیے چھوٹی چھوٹی گھریلو صنعتیں قایم کی جا سکتی ہیں۔ اشاعتی ادارہ کی جانب سے ان دونوں آراء پر یہ حاشیہ لگایا گیا ہے کہ یہ رائیں محلِ نظر ہیں، اس وجہ سے کہ احناف کے نزدیک زکوٰۃ کی ادائیگی کی صحت کے شرائط میں تملیک بھی شامل ہے اور مذکورہ دونوں صورتوں میں یہ شرط پوری نہیں ہوتی۔(ص ۵۴، حاشیہ ا،ص ۵۵، حاشیہ ۲)

کتاب کا دوسرا باب اسلامی قانونِ اجرت سے تعلق رکھتا ہے۔ زیرِ بحث مسئلہ پر روشنی ڈالنے سے قبل مولانا نے ، دنیا کے مختلف خطوں میں مزدوروں واجیروں کی صورت حال کیا ہے؟ حکم رانوں، مِل مالکوں اور مستاجروں کا ان کے بارے میں کیا رویہ ہے؟ حکومت کے افسران یا کارخانہ جات کے منتظمین اور مزدوروں کی تنخواہ یا اجرت میں کس قدر تفاوت ہے؟ اور عالمی سطح پر مزدور طبقہ کس بے چینی و بے اطمینانی اور بے روزگاری کی کیفیت سے دوچار ہے؟ ان سب امور کا تفصیل سے جائزہ لیا ہے اور اہم بات یہ کہ زیر جائزہ ممالک میں سیکولر، سوشلسٹ(کمیونسٹ) اور سرمایہ دار نظام والی تمام ریاستیں شامل ہیں۔ یہ بحث نہ صرف طویل، بلکہ غیر متوازن ہو گئی ہے، اس لیے کہ یہ جائزہ تقریباً سینتالیس(۴۷) صفحات پر مشتمل ہے، جب کہ اصل بحث (اسلامی قانونِ اجرت) صرف بارہ(۱۲) صفحات میں محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ بہر حال یہ

پس منظر بھی افادیت سے خالی نہیں۔ اس میں مصنف گرامی نے دنیا کو درپیش ایک اہم اور سنگین مسئلہ کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرائی ہے۔ خود ان کے الفاظ میں:

> ''اس وقت دنیا جن مسائل سے دوچار ہے ان میں ایک بڑا مسئلہ مزدوروں کی بے چینی، بے روزگاری اور ان کی غیر متوازن اجرت بھی ہے۔ یعنی یہ کہ مزدوروں اور دوسرے محنت کش طبقہ کی اجرت اور مزدوری کا کون سا منصفانہ نظام قائم کیا جائے، جس سے یہ طبقہ معاشی حیثیت سے بھی مطمئن ہو سکے اور معاشرتی اور سماجی حیثیت سے بھی اس کو معاشرہ میں وہی مقام حاصل ہو جو وہاں کے اونچے طبقہ کو حاصل ہے اور اس کے لیے سیاسی اور تعلیمی ترقی کے مواقع اسی طرح موجود ہوں جو وہاں کے خوش حال، دولت مند، تعلیم یافتہ افراد اور خاندان کے لیے ہوتے ہیں''۔ (ص ۷۵)

پھر مزدوروں کے تعلق سے پوری دنیا کے حالات کے گہرے تجزیہ کے بعد مولانا یہ عبرت انگیز نتیجہ اخذ کرتے ہیں:

> ''موجودہ زمانہ میں جتنے بھی نظام ہائے زندگی رائج ہیں، ان میں سے کسی نے بھی اب تک اجرت کا کوئی ایسا معقول اور معتدل نظام نہیں قائم کیا ہے، جس سے واقعی طور پر محنت کش طبقہ معاشی حیثیت سے مطمئن ہو سکے اور سماجی حیثیت سے اپنے ہم وطنوں میں اس کی وہی پوزیشن بن سکے جو دوسرے طبقوں کی ہے اور اسی کے ساتھ وہ طبقہ وارانہ ذہنیت بھی مٹ سکے جو مزدور اور غیر مزدور کے درمیان پیدا ہو گئی ہے، جس کی وجہ سے مستقل طور ہر ملک میں ایک کش مکش برپا ہے'' [۱۱]۔

اس تجزیہ کے دوران مصنف گرامی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ جدید دور کی حکومتیں مزدوروں کے حقوق کے تحفظ اور ان کے اطمینان و آرام کے لیے حکومت کی پالیسیاں طے کرتی ہیں، قوانین وضع کرتی ہیں اور سرکاری ہدایات جاری کرتی ہیں، لیکن ان سب کے باوجود مختلف ملکوں کے مزدور مطمئن نظر آتے ہیں نہ ان کے حالات میں کوئی خاص تبدیلی دکھائی دیتی ہے۔ ان کے خیال میں اس کی سب سے بڑی وجہ ''وہ سرمایہ پرستانہ اور افادیت پسندانہ ذہنیت ہے جو اوپر سے نیچے تک ہر طبقہ

میں ایک زبردست بلکہ واحد محرک کی حیثیت سے کام کررہی ہے ۔ یہ ذہنیت جس ملک کے باشندوں میں پیدا ہو جائے گی ،وہ ان کو پکے قسم کا خودغرض، دنیا پرست اور خواہشات کا بندہ بنا دے گی ۔۔۔۔ چوں کہ سب کی خواہشین یکساں طور پر پوری نہیں ہوسکتیں، اس لیے اس میں کش مکش ہوتی ہے ۔ بڑا اپنے چھوٹے کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتا ہے، اکثریت اقلیت کو پیستی ہے، سرمایہ دار مزدور کا خون چوس کر اپنی پُرعیش زندگی کو رنگین بناتا ہے اور مزدور کو موقع ملتا ہے تو سرمایہ دار کو نقصان پہنچا کر اپنی روٹی کا انتظام کرتا ہے ۔غرض ایک شدید کش مکش ہوتی ہے" ۔(ص ۹۲ ۔ ۹۳) مزدوروں کے حقوق کے سلسلہ موجودہ حکومتوں کے قوانین اور اقدامات کی بے اثری کی ایک وجہ مولانا کی نظر میں یہ ہے کہ انہیں جو حقوق دیے گئے ہیں، یا دیے جاتے ہیں، ان میں حالات کے دباؤ، مصلحت اور خودغرضی کی کارفرمائی ہوتی ہے ۔ان میں نہ تو کسی ذہنی تبدیلی کا اثر ہوتا ہے اور نہ معاشی پالیسی میں کسی تبدیلی کا نتیجہ ۔ ظاہر ہے، اس ذہنیت کے ساتھ جو حقوق دیے جائیں گے ان کی کیا وقعت و اہمیت ہوگی (۹۴)

ان تفصیلات کے بعد اجرت کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت کی گئی ہے اور اس نکتہ پر خاص زور دیا گیا ہے کہ اسلام کا نظامِ اجرت بہت متوازن و معتدل ہے ۔ اس میں اجیروں اور محنت کش طبقہ کو جو حقوق دیے گئے ہیں ان میں نہ تو بے قید معیشت کی اجارہ داری پیدا ہو پاتی ہے کہ مزدور چند ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن جائے اور نہ اس میں جبری معیشت جیسے غیر فطری طریقہ کی گنجائش ہے، جس کے نتیجہ میں مزدور اپنے کو جیل میں محبوس تصور کرے ۔ درحقیقت اسلامی نظام معاشی ناہمواریوں کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے، عواملِ پیدائش کے مختلف اعضاء کو باہم جوڑتا ہے اور محنت و مزدوری کا ایسا نظام برپا کرتا ہے جس میں نہ تو کسی عامل یا ورکر کی حق تلفی ہوتی ہے اور نہ کوئی کسی کے ہاتھ مجبور ہونے پاتا ہے ۔(ص ۱۲۲)

مصنف گرامی نے اسلامی نظامِ اجرت کے اس پہلو کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے کہ وہ مزدوروں کے حقوق کے تحفظ یا اجیر و مستاجر کے درمیان تعلقات کی بہتری کی خاطر صرف قانون کا سہارا نہیں لیتا ، بلکہ اخلاقی تعلیمات کے توسط سے بھی

ان کا ذہن بناتا ہے، ان میں سے ہر ایک کو اس کی ذمہ داریاں دلاتا ہے، قیامت میں باز پرس کا احساس تازہ کر کے ان کے دلوں میں خوف خدا پیدا کرتا ہے، جس کے اثر سے وہ خود غرضی، نفع پرستی اور تصادم کے بجائے انسانی ہم دردی، خیر خواہی اور ایثار و قناعت پسندی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ (ص ۱۲۶)

آخر میں صاحب کتاب نے اجیر و مستاجر یا مزدور و مالک کے حقوق و فرائض کی تعیین، ان کے مفادات کے تحفظ اور ان کے باہمی نزاع کے تصفیہ کے لیے کچھ مفید تجاویز پیش کی ہیں، جن کی تکمیل اسلامی ریاست یا اس کے سربراہ سے مطلوب ہے۔ وہ یہ ہیں:

۱۔ کم سے کم اجرت کی مقدار کی تعیین۔

۲۔ اوقاتِ کار کی تحدید۔

۳۔ بیماری کی حالت میں مزدوروں کے علاج کا اہتمام۔

۴۔ کام کے دوران جسمانی نقصان ہونے پر اس کی تلافی یا معاضہ۔

۵۔ ہنگامی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے ان کی مالی اعانت یا بلا سود قرض کی فراہمی۔

۶۔ اجیر و مستاجر میں متنازع امور کا تصفیہ۔ (ص ۱۳۲۔ ۱۳۳)

واضح رہے کہ باب دوم کے آخر میں اسلامی تصور اجرت سے متعلق جو باتیں نکات کی صورت میں پیش کی گئی ہیں، اگلے ابواب میں وہی باتیں کچھ تفصیل سے مآخذ کے حوالے کے ساتھ زیر بحث آئی ہیں۔

تیسرے باب کا عنوان ہے: 'اجرت کا مسئلہ اسلامی نقطۂ نظر سے'۔ اس ضمن میں سب سے پہلے یہ واضح کیا گیا ہے کہ جدید نظام میں، خواہ وہ سرمایہ دارانہ ہو یا کمیونسٹ، مزدور محض اس حیثیت سے دیکھا جاتا ہے کہ وہ مادی ضرورتوں اور احتیاجات کا مجموعہ ہے۔ یہ محض اسلامی نظام اجرت کی خصوصیت ہے کہ وہ معاشی ضروریات کے علاوہ اس کی معاشرتی، اخلاقی اور نفسیاتی، تمام ضروریات کی تکمیل چاہتا ہے۔ اس کے بعد اسلام میں محنت و مزدوری کے شرف کو قرآن و حدیث کے حوالوں سے واضح کیا گیا ہے۔ اس باب

میں دوسرا اہم نکتہ یہ پیش کیا گیا ہے کہ اسلام بے کاری کو پسند نہیں کرتا، بلکہ یہ ذہن بناتا ہے کہ لوگ کام میں مصروف رہیں اور کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے کے بجائے محنت ومشقت اٹھا کر روزی کمائیں۔ (ص ۱۳۶۔۱۴۱) ان تفصیلات سے مصنفِ محترم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام نہ صرف یہ کہ روزی روٹی کمانے کی اجازت دیتا ہے، بلکہ لوگوں کو محنت کے ذریعے حصولِ معاش پر ابھارتا ہے اور جو لوگ اپنا پسینہ بہا کر روزی حاصل کرتے ہیں، انہیں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان لوگوں کو سخت ناپسند کرتا ہے جو محنت سے جی چراتے ہیں اور دوسروں پر بوجھ بنتے ہیں۔

مولانا نے یہ حقیقت بھی واضح کی ہے کہ اسلام نے طلبِ معاش کی راہ میں تگ ودو کی جو آزادی دی ہے، یا ترغیب دلائی ہے، وہ غیر محدود نہیں ہے، بلکہ کچھ شروط و قیود سے اس کی حد بندی کی گئی ہے۔ ان میں سب سے اہم یہ کہ اسلام میں کسی ایسے پیشہ یا روزی کمانے کے کسی ایسے ذریعہ کی اجازت نہیں ہے جو جسمانی صحت اور دینی واخلاقی اعتبار سے انسان کے لیے نقصان دہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ شریعتِ اسلامی میں کسب معاش کے حلال وحرام ذرائع اور طریقوں کی پوری طرح وضاحت کر دی گئی ہے اور اشیائے ممنوعہ (مثلاً شراب ولحم خنزیر) کی تجارت، سودی کاروبار، جوا وسٹّہ بازی اور خرید وفروخت اور لین دین کے دوسرے معاملات میں جھوٹ وخیانت، دغابازی و غلط گواہی قطعی طور پر ممنوع ہیں، جن سے نہ صرف یہ کہ معاشی زندگی تباہ ہوتی ہے، بلکہ طرح طرح کی اخلاقی و سماجی برائیاں پنپتی ہیں، جیسا کہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔ (ص ۱۴۲۔۱۴۳)

اس باب کے آخری حصہ میں قدیم دور سے مزدوروں کے ساتھ جو ظلم وزیادتی اور ان کی جو حق تلفی ہوتی چلی آرہی ہے، اس کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں مختلف ملکوں (روم، مصر، یونان، جزیرۂ عرب اور ہندوستان) کی قدیم تہذیبیں زیر بحث آئی ہیں۔ اس کے بعد یہ وضاحت ضروری تھی کہ اسلام نے غلاموں، اجیروں اور مزدوروں کو کیا مقام دیا ہے یا اس مذہب کی نمائندہ اولین حکومتوں کے تحت ان کمزور طبقات کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ چنانچہ باب چہارم میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

سب سے پہلے اس حقیقت کا اعادہ کیا گیا ہے کہ غلاموں، خادموں اور ملازموں کے ساتھ حسن سلوک اور مساویانہ برتاؤ کا جو اسوۂ مبارکہ نبی کریم ﷺ نے چھوڑا ہے، انسانی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اسی طرح اجیروں کے حقوق کی ادائیگی سے متعلق آپؐ نے جو ہدایات دی ہیں، ان پر عمل کیا جائے تو بہت سے تنازعات کا سدّ باب ہو جاتا ہے۔ اپنے خادمِ خاص حضرت انسؓ کے ساتھ آپؐ کا جو مثالی طرزِ عمل رہا ہے، وہ بہت معروف و مشہور ہے۔ (ص ۱۴۹) مزید برآں مولانا نے صحابۂ کرامؓ کی زندگی سے بھی عملی مثالیں بھی پیش کی ہیں کہ کس طرح انہوں نے اسوۂ مبارکہ کے زیر اثر غلاموں و خادموں کے ساتھ برادرانہ سلوک کیا، انہیں اپنے جیسا کھانا و لباس مہیا کیا، اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا اور ہر طرح سے ان کے آرام کا خیال رکھا۔

اسلام میں اجیروں و ملازموں کی حیثیت اور ان کے حقوق پر روشنی ڈالتے ہوئے فاضل مصنف نے اس نکتہ کو بھی نمایاں کیا ہے کہ اسلام انہیں معاشرہ میں ایک الگ یا خاص طبقہ نہیں قرار دیتا، بلکہ انہیں قانونی و اخلاقی دونوں حیثیتوں سے وہی مقام دیتا ہے جو دوسرے طبقے کے لوگوں کا ہے، اس لیے کہ دینِ حق میں عزّ و شرف کا معیار صرف تقویٰ و پرہیزگاری ہے۔ (ص ۱۵۲)

اجیروں کے قانونی حقوق سے بحث کرتے ہوئے سب سے پہلے اجرت کے بارے میں یہ بنیادی تصور واضح کیا گیا ہے کہ یہ ایک طرح کا معاہدہ ہے، جو مستاجر یا مالک اور مزدور یا ملازم کے درمیان طے پاتا ہے۔ معاہد کی حیثیت سے دونوں کی پوزیشن برابر ہوتی ہے اور اس میں کسی کی طرف سے کسی کی ممنونیت و احسان مندی کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔ مصنف گرامی کے خیال میں اجرت کی اس قانونی حیثیت کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ دونوں معاہدہ کے تحت اپنی ذمہ داریوں کے پابند ہو جاتے ہیں۔ مستاجر نہ کام لینے میں زیادتی کر سکتا ہے نہ اجرت طے کرنے میں۔ اسی طرح اجیر کام میں چوری کر سکتا ہے نہ مالک کو پریشان کر سکتا ہے، یعنی مستاجر مزدوروں سے معاہدہ کی پابندی تو

کرا سکتے ہیں، لیکن وہ انہیں بندھوا مزدور بنا کر نہیں رکھ سکتے (ص ۱۵۵۔ ۱۵۶)۔ آخر میں اجرتِ معاہدہ کی صحت کے شرائط بھی واضح کیے گئے ہیں۔ ان میں اہم یہ ہیں: مستاجر و اجیر دونوں کا بالغ اور صاحبِ ہوش وحواس ہونا، دونوں کی رضامندی، اجرت کا معروف و متعین ہونا، کام کی نوعیت اور اس کے اوقات کی تعیین۔ (ص ۱۵۷۔ ۱۶۲)

اجرت کے مسائل میں ایک بہت اہم مسئلہ یہ ہے کہ کن حالات میں مستاجر یا اجیر کو فسخ معاہدہ کا حق حاصل ہے؟ کتاب کا پانچواں باب اسی مسئلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلے، موجودہ دور میں سرمایہ دارانہ نظام کے برخلاف، اسلام کے اس موقف کو واضح کیا گیا ہے کہ آجر یا مالک، خواہ کوئی فرد ہو یا حکومت، اس کو یہ حق نہیں کہ جب چاہے، محض اپنے مفاد میں معاہدۂ اجرت کو توڑ دے یا کارخانہ بند کر کے مزدوروں کو بے روزگار کر دے۔ اسلامی قانون میں اس کے کچھ شرائط و حدود مقرر ہیں۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے مصنفِ گرامی لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں فقہاء کی دو رائے پائی جاتی ہے: حنفی فقہاء کا موقف یہ ہے کہ معاہدہ اسی صورت میں ختم کیا جا سکتا ہے جب مستاجر یا مزدور کو کوئی شدید عذر لاحق ہو جائے۔ مثلاً وہ اتنا سخت بیمار پڑ جائے کہ مفوّضہ کام نہ کر سکے، یا کام کی نگرانی کے اہل نہ رہ جائے، یا کارخانے کو ایسا شدید نقصان پہنچ جائے کہ وہ چلایا نہ جا سکے، مثلاً اس کی مشین بالکل خراب ہو جائے تو ایسی صورت میں آجر معاہدۂ اجرت فسخ کر سکتا ہے۔ اسی طرح اجیر کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی معقول عذر (مثلاً شدید بیماری یا اجرت کے عدمِ کفایت) کی بنا پر معاہدہ توڑ دے، یا کام سے علٰیحدگی اختیار کر لے۔ لیکن مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء کی رائے میں بیماری یا بے کاری کی وجہ سے معاہدہ فسخ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ صرف اسی صورت میں جائز ہے جب وہ عذر منفعت یا عمل سے متعلق ہو۔ اس پر مصنفِ گرامی کا یہ تبصرہ لائق توجہ ہے کہ ان دونوں رایوں میں بس اتنا فرق ہے کہ پہلی رائے میں عذر کو ذرا وسعت دی گئی ہے، جب کہ دوسری میں اسے صرف منفعت و مقصود علیہ سے متعلق رکھا گیا ہے۔ دوسرے جن فقہاء نے عذر کو وسعت دی ہے ان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کثیر منافع کے مقابلہ میں اگر آجر یا مالک کو کچھ کم نفع کی

توقع ہو تو وہ کارخانہ بند کرکے مزدوروں کی چھٹی کردے، یا ان کی اجرت کم کردے، بلکہ عذر کا مطلب ایسی مجبوری ہے جس میں اس معاہدہ کی تکمیل سے اتنا شدید نقصان اٹھانا پڑے جو اس معاہدہ کے منشا کے خلاف ہو۔ (ص ۱۶۴۔ ۱۶۶) مزید برآں مولانا نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ اگر فسخِ معاہدہ کے سلسلہ میں آجر و اجیر کے مابین اختلاف ہوجائے تو ایسی صورت میں حکومت کا فرض ہے کہ وہ مداخلت کرکے معاملہ کو حل کرائے۔

فاضل مصنف کی نظر میں اجیر و آجر یا مالک میں جو نزاع یا کش مکش پیدا ہوتی ہے اس کا ایک بڑا سبب کام کی نوعیت اور مقدارِ اجرت کی عدمِ تعیین ہے۔ چنانچہ انہوں نے ان دونوں مسائل سے قرآن و حدیث اور فقہی کتب کے حوالے سے بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔ اس ضمن میں اس بات پر خاص زور دیا ہے کہ اسلامی قانون میں اجرت کی تعیین کو اتنی زیادہ اہمیت حاصل ہے کہ اس کے بغیر معاہدہ مکمل ہی نہیں ہوسکتا۔ (ص ۱۶۷۔ ۱۶۸)

زیر مطالعہ کتاب کا بابِ ششم ایک اہم موضوع (اسلامی معیارِ اجرت) سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں اجرت کی تعیین سے متعلق اسلامی احکام وتعلیمات، خاص طور سے اجرت کی تعیین میں نوعیت و اوقات کار کی رعایت اور اجیروں کی بنیادی ضروریات کا خیال اور اسلامی و جدید معیارِ اجرت میں فرق جیسے امور زیرِ بحث آئے ہیں۔ اس باب میں مولانا نے سب سے پہلے یہ بنیادی نکتہ واضح کیا ہے کہ اسلام اجرتِ متعارفہ کے بجائے اجرتِ صحیحہ کا حامی ہے، یعنی مزدوروں کو اتنی اجرت ملنی چاہیے جس سے ان کی بنیادی ضروریات پوری ہوسکیں، بشرطے کہ آجر یا مالک کے منافع میں بھی اس کی گنجائش ہو۔ اہم بات یہ کہ مولانا کی نظر میں بنیادی ضروریات میں غذا، لباس اور مکان کے علاوہ تعلیم و علاج بھی شامل ہے۔ (ص ۱۸۷)

اجرت کے ضوابط اور آجر و اجیر کے معاملات کے بارے میں عموماً سورۂ قصص کی آیت ۲۷ کا حوالہ دیا جاتا ہے، جس میں حضرت شعیبؑ اور حضرت موسیٰؑ کے مابین معاہدہ کا تذکرہ ہے۔ اس آیت سے مولانا نے درج ذیل نکات مستنبط کیے ہیں:

۱۔ آجر اور اجیر کی حیثیت مساوی ہے اور دونوں کے لیے اس معاہدہ کی

پابندی ضروری ہے۔

۲۔ کام کرنے اور اس کی اجرت لینے میں دونوں کی صلاحیت و قوت کا لحاظ ضروری ہے۔ اگر ان میں سے کوئی فریق اپنے اوپر زیادتی محسوس کرتا ہے تو اسے معاہدہ کو فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

۳۔ کوئی آجر یا مالک کسی مزدور کو اجرت متعارفہ یا حکومت کی مقررہ اجرت سے کم نہ دے گا اور نہ اسے اس بات کی اجازت ہوگی کہ وہ کسی بھی طریقہ سے اجیر کا استحصال کرے۔(ص ۱۸۵۔۱۸۶)

اسی باب میں مولانا نے اس اہم مسئلہ سے بحث کی ہے کہ اجرتِ صحیحہ کی مقدار کیا ہوگی؟ یعنی اسلام میں انسان کے لیے کیا معیارزندگی مطلوب ہے کہ اسی کے مطابق اسے اتنی اجرت دی جائے جو اس معیار کو برقرار رکھنے کے لیے کافی ہو۔

اسی ضمن میں مصنفِ محترم نے مزدوروں کے لیے اوقاتِ کار کی تعیین اور ان کی تعطیل جیسے نئے مسائل سے بھی بحث کی ہے۔ یہ مسائل اگرچہ بہت اہم ہیں، لیکن باب کے اصل موضوع (اسلامی معیارِ اجرت) سے براہِ راست مطابقت نہیں رکھتے۔ اس مسئلہ پر مولانا کا واضح موقف یہ ہے کہ اسلام نے اوقاتِ کار کی کوئی حد بندی نہیں کی ہے، بلکہ اسے آجر و اجیر کی باہمی رضامندی پر چھوڑ دیا ہے، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس سے اتنا ہی اور اتنے وقت تک کام لیا جائے جس کی وہ طاقت رکھتا ہو۔ اس سلسلہ میں خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ کی کارکنانِ حکومت کو یہ ہدایت بڑی اہمیت و معنویت رکھتی ہے: ''ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔ جب وہ تھک جائیں تو رک جایو'' ۔مولانا کی رائے میں اسی اصول کے مطابق موجودہ دور کی حکومتیں مزدوروں یا ورکرس کے لیے اوقات کار مقرر کرنے کی مجاز ہوں گی (ص ۱۹۹۔۲۰۰) ۔اجیروں کی ہفتہ وار یا سالانہ تعطیل کے بارے میں مولانا کا یہ موقف بڑا اہم ہے کہ یہ ان کا حق ہے۔ اسی سلسلہ میں یہ رائے بھی کچھ کم اہم نہیں ہے کہ اگر اجیر مختلف مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں تو انہیں ان دنوں کی چھٹی دی جانی

چاہیے جو ان کے مذہب میں مقدس سمجھے جاتے ہیں، مثلاً اہل اسلام میں جمعہ، یہودیوں کے یہاں سنیچر، عیسائیوں کے لیے اتوار اور ہندوؤں کے یہاں منگل۔ مولانا کی نظر میں اگر اجیر ان دنوں چھٹی کا مطالبہ کریں تو آجر اور حکومت کو ان کا یہ حق تسلیم کرنا پڑے گا۔ اس بحث کے آخر میں انہوں نے یہ صراحت کی ہے کہ فقہی کتب میں یہ جزیہ نہیں ملتا، لیکن جامعہ ازہر (مصر) کے ایک فقیہ کا یہ قول نقل کیا ہے، جس کا اردو ترجمہ یہ ہے:

"اسلامی فقہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی یہودی کو ایک مہینہ کامل بہ طور مزدور کے رکھے تو سنیچر کا دن کام سے مستثنیٰ ہوگا"۔ (ص ۲۰۱)

باب ہفتم بھی ایک اہم موضوع سے تعلق رکھتا ہے اور وہ ہے: 'ہنگامی ضرورتوں میں مزدوروں کی کفالت'۔ یہ بات لائقِ توجہ ہے کہ اسلامی قانون نہ صرف مزدوروں کی عام ضرورتوں کی تکمیل کو یقینی بناتا ہے، بلکہ اس میں ان کی ہنگامی ضروریات (مثلاً جسمانی نقصان کی تلافی، معذوری کی حالت میں گزر بسر کا سامان، فوری ضروریات کے لیے قرض کی فراہمی) پوری کرنے سے متعلق بھی قانونی نکات ملتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اسلام میں جو اصول وضوابط وضع کیے گئے ہیں، ان میں سے ایک کا تعلق پورے معاشرہ سے ہے، دوسرے کا اجیروں سے اور تیسرے کا حکومت سے ہے۔ اسلام سب سے پہلے معاشرے کے ہر فرد کو یہ ذہن نشیں کراتا ہے کہ وہ اپنے مصیبت زدہ بھائی کی مدد کرے اور اہلِ حاجت کی ہر طرح کی ضرورت پوری کرنے کے لیے آگے بڑھے۔ اس ضمن میں متعلقہ آیات واحادیث نقل کر کے مولانا نے ان سے یہ نتائج اخذ کیے ہیں:

۱۔ معاشرے کے ہر فرد کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ وہ ضرورت مندوں اور بے سہارا لوگوں کی مدد کرے۔

۲۔ اہلِ حاجت صرف وہ نہیں ہیں جو بالکل وسائل سے خالی یا بے سہارا ہوں، بلکہ وہ لوگ بھی اس زمرہ میں شامل ہیں جو ذریعۂ معاش رکھتے ہوئے بھی کثرتِ اہل وعیال کی وجہ سے اخراجات پورے کرنے سے قاصر اور پریشاں حال ہوں۔

۳۔ اگر کوئی شخص خود مدد نہ کر سکے تو اس کا فرض ہے کہ اہلِ وسائل یا

حکومت سے اس کی مدد کرانے کے لیے کوشش کرے۔(ص۲۰۵-۲۰۹)

یہاں یہ وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ زیر بحث معاملہ میں اجیروں یا حکومت سے متعلق جو اسلامی قوانین ہیں، ان کی تفصیل اس باب میں نہیں دی گئی ہے، البتہ باب کے آخر میں اس مسئلہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اسلام میں دوسروں کی مالی اعانت پر جو بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اس سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ اسلام گداگری کو بڑھاوا دیتا ہے، یا دوسروں کے سہارے جینے کی ذہنیت پیدا کرتا ہے۔ مصنفِ محترم نے قرآن کریم، احادیثِ نبوی اور سیرتِ صحابہ سے ثابت کیا ہے کہ اسلام عام حالات میں دستِ سوال دراز کرنے کو ہرگز پسند نہیں کرتا، صرف مجبوری کی حالت میں اس کی اجازت دیتا ہے۔ اس کے بجائے وہ کسبِ معاش کے لیے محنت ومشقت اٹھانے کی ترغیب دیتا ہے۔(۲۱۰-۲۱۲)

زیرِ مطالعہ کتاب کا آخری باب (اہلِ پیشہ اجیروں کے حقوق) اس لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں غیر روایتی اجیروں (لوہار، سنار، درزی، رنگ ریز، دھوبی وغیرہم) کے مسائل وحقوق سے بحث کی گئی ہے، جن کا ذکر عام طور پر اجیروں کے زمرہ میں نہیں ملتا۔ مولانا کے بیان کے مطابق اجیر کی دو قسمیں ہیں: ایک اجیر خاص یا اجیر واحد۔ اس سے مراد وہ مزدور و ملازم ہیں جو کسی کارخانہ میں محنت مزدوری کرتے ہیں۔ دوسری قسم اجیر مشترک ہے۔ اس سے مراد وہ مزدور یا اجیر ہیں جو کسی کارخانہ یا کسی کے یہاں بہ حیثیت اجیر کام نہیں کرتے، بلکہ اپنے گھر پر اجرت پر کام کرتے ہیں، مثلاً لوہار، سنار، درزی، رنگ ریز و دھوبی۔ اسلام میں ان کے حقوق سے بحث کرتے ہوئے، مصنفِ گرامی نے سب سے پہلے اس حقیقت کو بے نقاب کیا ہے کہ بعض مذاہب میں اجیروں کو ناپاک تصور کیا جاتا ہے، ان کے حقوق کی تعیین تو بہت دور کی بات ہے۔ لیکن دین اسلام نہ صرف ان کے حقوق متعین کرتا ہے، بلکہ انھیں معاشرہ میں مساویانہ حیثیت دیتا ہے۔(ص۲۱۳)

اجیر مشترک کے حقوق بیان کرتے ہوئے مولانا نے واضح کیا ہے کہ ان کے اور اجیر خاص کے حقوق تقریباً یکساں ہیں، البتہ چند معاملات میں دونوں کے درمیان

کچھ فرق پایا جاتا ہے:

۱۔ اجیر خاص سے معاملہ طے کرنے میں وقت اور اجرت کی تعیین ضروری ہے،لیکن اجیر مشترک سے معاہدہ میں وقت کی تعیین ضروری نہیں۔ یہ اجیر کی مرضی پر ہے، البتہ اگر وہ بتادے تو اس کی پابندی ضروری ہوگی۔

۲۔ اجیر خاص سے مالک کے گھر یا کارخانہ میں کوئی نقصان ہوجائے تو اسے اس کا ہرجانہ یا تاوان نہیں دینا پڑے گا،لیکن اجیر مشترک بعض صورتوں میں تاوان کا ذمہ دار ہوگا، مثلاً اگر گھر کے ملازم سے ایسی چیز ٹوٹ جائے جو اس کے چارج میں نہیں ہے، یا وہ قصداً کسی چیز کو خراب کردے تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔ کارخانہ کے مزدور سے کوئی ایسی مشین ٹوٹ جائے جس کو وہ چلا رہا ہے تو اس پر اس کی ذمہ داری نہیں ہوگی،لیکن اگر اجیر مشترک سے کسی چیز کا نقصان ہوجائے تو اسے اس کا معاوضہ دینا ہوگا، مثلاً دھوبی سے کپڑا جل جائے یا پھٹ جائے (بشرطے کہ وہ پہلے سے کم زور نہ رہا ہو) یا درزی (مقررہ ناپ سے) کپڑا چھوٹا کردے تو وہ تاوان کے ذمہ دار ہوں گے۔ اگر وہ چیز بالکل ہی خراب یا ضائع ہوجائے ،لیکن اس میں اس کے کسی عمل کا دخل نہ ہو تو امام اعظمؒ کے مطابق وہ ضامن نہ ہوگا، مگر صاحبین کی رائے میں اس سے تاوان لیا جائے گا۔ (ص ۲۱۵)

صاحبِ کتاب کے خیال میں اگر معاشرہ صالح ہے تو پہلی رائے پر عمل ہونا چاہیے، ورنہ دوسری رائے کے مطابق عمل ہوگا۔ مولانا نے صاحبِ ہدایہ کی یہ متوازن رائے بھی نقل کی ہے کہ مذکورہ صورت میں صحیح بات تو یہ ہے کہ اجیر سے تاوان نہیں لینا چاہیے،لیکن اموال یا اشیاء کے تحفظ کا تقاضا یہ ہے کہ تاوان لیا جائے، تاکہ ان میں احساس ذمہ داری پیدا ہو اور وہ مال کے لالچ میں کسی کو نقصان نہ پہنچائیں ۔ مولانا نے اس ضمن میں یہ وضاحت بھی مناسب سمجھی کہ اگر کوئی چیز اچانک کسی حادثہ (مثلاً آگ لگ جانا) کی وجہ سے تلف ہوگئی تو اجیر پر کوئی ضمان نہیں ہوگا۔ (ص ۲۱۵۔۲۱۶)

اس بحث کے آخر میں مولانا نے اس مسئلہ میں بھی فقہاء کا موقف واضح کیا ہے کہ اگر مالک یا مستاجر اجیر مشترک کو طے شدہ اجرت نہ دے تو کیا وہ اس کے سامان کو

روک سکتا ہے؟ اس سلسلہ میں فقہائے احناف اجیر مشترک کی دو قسمیں کر کے ان کے اختیار کو متعین کرتے ہیں ۔ وہ اجیر جس کے عمل کا اثر اصل شئ پڑتا ہے، یعنی اس میں کوئی تبدیلی آجاتی ہے تو اسے اجرت نہ ملنے تک سامان کو روکنے کا اختیار ہے، مثلاً دھوبی، درزی اور سنار۔ لیکن جس اجیر کے عمل کا اثر اصل شیی پر نہیں پڑتا، اس کو سامان روکنے کا کوئی حق نہیں ہے، مثلاً قلی۔ اس باب میں مصنفِ محترم نے امام مالکؒ کی رائے کو انسب اور زیادہ مفید قرار دیا ہے کہ ہر طرح کا اجیر اجرت کی ادئیگی تک اصل چیز یا سامان کو روک سکتا ہے۔ اس لیے کہ اگر اجیروں کو یہ حق نہ دیا جائے تو ان کی بڑی حق تلفی ہوگی اور وہ ظلم کے شکار ہوں گے، خاص طور سے موجودہ بگڑے ہوئے حالات میں ۔ (ص ۲۱۷ ۔ ۲۱۹)

اسی باب میں ایک ذیلی سرخی کے تحت محنت کش جانوروں کے حقوق بھی بیان کیے گئے ہیں۔ یہ موضوع موجودہ دور میں بڑی اہمیت رکھتا ہے ۔ بہتر ہوتا کہ اس کے لیے الگ باب قائم کیا جاتا۔ اس مسئلہ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اسلام نے محنت کش انسانوں کے ہی نہیں، بلکہ محنت کش جانوروں کے حقوق بھی متعین کیے ہیں، جب کہ دنیا کے کسی مذہبی یا ملکی دستور میں کوئی ایسا قانون نہیں ملتا جس میں ان کے حقوق کی حفاظت کی گئی ہو۔ اگر کہیں کچھ پایا جاتا ہے تو ان کی حیثیت جزوی ہے، یا ان کا تعلق محض مادی منفعتوں سے ہے۔ یہ اسلام ہے جس نے سب سے پہلے ان کے حقوق اس حیثیت سے متعین کیے کہ وہ اللہ کی ایک بے زبان مخلوق ہیں، اس لیے انسان کو ان کے ساتھ بھی رحم و کرم کا معاملہ کرنا چاہیے۔ ضرورت کے تحت ان سے کام لینا جائز ہے، مگر ان پر زیادتی کرنا یا انھیں آرام نہ دینا کسی طرح جائز نہیں ۔ (ص ۲۱۹ ۔ ۲۲۰)

مولانا نے قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ کے حوالے سے اس موضوع پر بڑی تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے اور جانوروں کے ساتھ برتاؤ سے متعلق درج ذیل عام اسلامی تعلیمات پیش کی ہیں۔ پھر ان کی روشنی میں ان کے درج ذیل حقوق متعین کیے ہیں:

۱۔ جانوروں سے وہی کام لینا چاہیے جس کے لیے وہ پیدا کیے گئے ہیں۔ مثلاً

بیل کھیتی باڑی کے لیے ہیں، ان پر سواری کرنا صحیح نہ ہوگا۔

۲۔ ان سے ان کی طاقت کے مطابق کام لیا جائے اور انھیں خوب کھلایا پلایا جائے۔ جب وہ تھک جائیں تو انھیں آرام کا موقع دیا جائے۔

۳۔ جانوروں کو بہ وقت ضرورت مارا جا سکتا ہے، لیکن چہرہ پر مارنے یا انھیں داغنے کی اجازت نہیں ہے۔

۴۔ جانوروں کو باہم لڑایا نہ جائے۔

۵۔ جانوروں کو گالی دینا یا انھیں ملعون و مردود قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے۔ (ص ۲۲۴۔۲۲۶)

اس بحث کے آخر میں مولانا نے یہ قیمتی نکتہ بھی واضح کیا ہے کہ احادیث نبوی میں جانوروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے یا ان کے کھانا پانی اور آرام کا خیال رکھنے کے بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، اس کی حیثیت محض اخلاقی نہیں، بلکہ قانونی ہے، جیسا کہ ان روایات میں آپؐ کے طرزِ خطاب سے واضح ہوتا ہے۔ آپؐ نے ہر موقع پر 'امر' کا صیغہ استعمال کیا ہے، جس سے حکم ثابت ہوتا ہے اور یہی چیز اسے قانونی حیثیت عطا کر دیتی ہے۔ مزید برآں اس نکتہ کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ جانوروں سے متعلق ان تعلیمات یا احکام کی قانونی حیثیت سے ایک اور مسئلہ نکلتا ہے، وہ یہ کہ حکومت کو یہ اختیار ہے کہ وہ جانوروں کے مالکوں کو ان کی نگہ داشت کی ہدایت دے اور ان پر زیادتی کی صورت میں مالکوں کے خلاف تادیبی کاروائی کرے، یا انھیں اچھا چارہ دینے اور کم کام لینے پر مجبور کرے۔ (ص ۲۲۶۔۲۲۷)

اوپر کے مباحث سے بہ خوبی واضح ہوتا ہے کہ مولانا مجیب اللہ ندویؒ کی زیرِ مطالعہ کتاب اردو میں اسلامی قانونِ اجرت کے موضوع پر اولین اور وقیع تصنیف ہے۔ اس میں اجرت و مزدوری کے بہت سے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس میں شبہہ نہیں کہ ۳۳؍۳۴ برس کے طویل عرصے میں مزدوری، ملازمت و اجرت کی نوعیت اور ان کے مسائل کافی بدل چکے ہیں۔ روزگار و ملازمت کی

نئی نئی شکلیں پیدا ہوگئی ہیں اور ان کے لیے جدید اصطلاحیں رائج ہو چکی ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان سب تغیرات کے باوجود ان سے متعلق بنیادی مسائل وہی ہیں جو کتاب کی اولین اشاعت کے زمانہ میں تھے۔ اس اعتبار سے اس کتاب کی افادیت و معنویت اب بھی برقرار ہے، خاص طور سے زیر بحث موضوع پر مطبوعہ لٹریچر کی کام یابی، بلکہ نایابی کی صورت حال میں۔ دوسرے، موضوع پر مختصر مطالعہ کے باوجود اس کتاب کی اہمیت اس لحاظ سے بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ اس سے متعلقہ موضوع پر مزید تفصیلی و تحقیقی کام کرنے کے لیے رہ نما خطوط ملتے ہیں اور اندازہ ہوتا ہے کہ محنت و اجرت اور ملازمت سے متعلق کون سے مسائل جدید دور میں زیادہ اہمیت رکھتے ہیں؟ کس نہج پر مطالعہ وتحقیق کر کے ان کے بارے میں شریعت کا نقطۂ نظر واضح کیا جا سکتا ہے؟ ان مسائل کے حل میں دنیا کو اسلامی شریعت کی کیا قانونی رہ نمائی فراہم کی جا سکتی ہے؟ تیسرے، مآخذ کے استعمال کے اعتبار سے بھی یہ کتاب بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ مصنف محترم نے مرکزی موضوع کے مختلف پہلوؤں پر اسلامی نقطۂ نظر سے اظہار خیال کے لیے قرآن وحدیث کو بنیادی مآخذ کے طور پر استعمال کیا ہے، سیرتِ نبوی اور صحابۂ کرام کے معمولات سے بھی استشہاد کیا ہے، ان سب کے علاوہ قدیم وجدید فقہی ذخائر کو کھنگال کر ان سے مسائل اخذ کیے ہیں۔ خاص بات یہ کہ اس کتاب میں بہت سی محولہ آیات و احادیث بہ ظاہر عام تعلیمات سے تعلق رکھتی ہیں، لیکن یہ مولانا کی فقہی بصیرت اور مآخذ سے فقہی مسائل اخذ کرنے کی مہارت ہے کہ ان سے مولانا نے قانونی نکتے نکال لیے ہیں اور محنت و اجرت سے متعلق امور میں شریعت کا موقف واضح کیا ہے۔

راقم سطور کی رائے میں اس کتاب کے مباحث کو مزید بہتر طور پر منضبط کرنے اور اس کی افادیت بڑھانے کے لیے اس کے ابواب کی ترتیب نو، نامکمل حوالہ جات کی تکمیل، بعض ابواب میں مباحث کی تکرار کو ختم کرنے اور اسے دیدہ زیب طباعت سے مزین کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ کتاب کا انگریزی اور دوسری مروجہ زبانوں میں ترجمہ وقت کا ایک اہم تقاضا ہے۔

☆☆☆

اعلانِ ملکیت، سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی، فارم: ۴، رول: ۹

۱۔ مقام اشاعت: نبی نگر، (جمال پور)، علی گڑھ

۲۔ نوعیت اشاعت: سہ ماہی

۳۔ پرنٹر پبلشر: سید جلال الدین عمری

۴۔ قومیت: ہندوستانی

پتہ: دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی – ۲۵

۵۔ ایڈیٹر: سید جلال الدین عمری،

پتہ: دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی – ۲۵

۶۔ ملکیت: ادارۂ تحقیق وتصنیفِ اسلامی،

نبی نگر، (جمال پور)، علی گڑھ

بنیادی ارکان کے اسمائے گرامی

۱۔ مولانا سید جلال الدین عمری (صدر)

دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی – ۲۵

۲۔ ڈاکٹر صفدر سلطان اصلاحی (سکریٹری)

گلی نمبر ۲، فورٹ انکلیو، پٹواری کا نگلہ، علی گڑھ

۳۔ ڈاکٹر محمد رفعت (خازن)

شعبۂ فزکس، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

۴۔ پروفیسر صدیق حسن (رکن)

دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی – ۲۵

۵۔ جناب محمد جعفر (رکن)

دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی – ۲۵

۶۔ مولانا محمد فاروق خاں (رکن)

۱۳۵۳ – بازار چتلی قبر، دہلی – ۶

۷۔ جناب ٹی، عارف علی (رکن)

دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی۔ ۲۵

۸۔ جناب نصرت علی (رکن)

دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی – ۲۵

۹۔ ڈاکٹر احمد سجاد (رکن)

طارق منزل، بریاتو ہاؤسنگ کالونی، رانچی

۱۰۔ انجینیر سید سعادت اللہ حسینی (رکن)

10-3-297/303، ہارمنی اپارٹمنٹس،

ہمایوں نگر، حیدر آباد – ۲۸

۱۱۔ پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی (رکن)

اسلام منزل، گلی نمبر ۸، اقرا کالونی علی گڑھ

مندرجہ بالا معلومات میرے علم و یقین کی حد تک بالکل درست ہیں۔

پبلشر

سید جلال الدین عمری